UNIVERSITY OF CAMBRIDGE INTERNATIONAL EXAMINATIONS
General Certificate of Education Ordinary Level

FIRST LANGUAGE URDU **3247/01**

Paper 1 Reading and Writing **May/June 2010**

1 hour 30 minutes

Additional Materials: Answer Booklet/Paper

5064070718

READ THESE INSTRUCTIONS FIRST

If you have been given an Answer Booklet, follow the instructions on the front cover of the Booklet.
Write your Centre number, candidate number and name on all the work you hand in.
Write in dark blue or black pen.
Do not use staples, paper clips, highlighters, glue or correction fluid.

Answer **all** questions.

At the end of the examination, fasten all your work securely together.
The number of marks is given in brackets [ ] at the end of each question or part question.

مندرجہ ذیل ہدایات غور سے پڑھیے۔

اگر آپ کو جواب لکھنے کی کاپی ملے تو اس پر دی گئی ہدایات پر عمل کیجیے۔
تمام پرچوں پر اپنا نام، سینٹر نمبر اور امیدوار کا نمبر لکھیے۔
صرف نیلے یا کالے رنگ کا قلم استعمال کیجیے۔
سٹیپل، گوند، ٹپ ایکس، وغیرہ کا استعمال منع ہے۔

ہر سوال کا جواب دیجیے۔
اگر آپ ایک سے زیادہ جوابی کاپیوں کا استعمال کریں، تو انہیں مضبوطی سے ایک دوسرے سے نتھی کیجیے۔
اس پرچے پر ہر سوال کے مارکس بریکٹ میں دیئے گئے ہیں: [ ]

This document consists of **4** printed pages.

© UCLES 2010

اقتباس A

اقتباس A اور اقتباس B کو غور سے پڑھیے۔ پھر سوال نمبر ۱ اور ۲ کے جواب لکھیے۔

پاک ٹی ہاؤس کی ایک شام کا منظر نظروں میں لائیں تو یہاں کتنے ادیب یا شاعر دِکھائی دے رہے ہیں! یہی کوئی آٹھ یا دس۔ ایک زمانہ تھا، جب یہاں شاعروں اور ادیبوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ یہی وہ پاک ٹی ہاؤس ہے جہاں بہت سے لوگوں کو تو بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی--- اسی پر کیا موقوف--- نگینہ بیکری 'عرب ہوٹل' ریجنٹ کیفے کے علاوہ رائل پارک کے چائے خانوں میں بھی یہی حالت رہتی۔ آج ڈرائنگ رُوموں اور گھریلو بیٹھکوں نے ہر ٹھیا اُجاڑ دیا ہے۔ لے دے کر یہ پاک ٹی ہاؤس بچا ہے--- غنیمت ہے یہاں دوچار حضرات بیٹھ جاتے ہیں۔

ہائے ہائے وہ بھی کیا دور تھا جب یہاں ادیبوں، شاعروں، سیاسی کارکنوں اور ماہرینِ تعلیم کی ایک بڑی تعداد چوبیس گھنٹے موجود رہتی---۔ اِدھر مولانا چراغ حسن حسرت اپنے رفقاء کے درمیان قہقہوں کا تبادلہ کر رہے ہیں تو اُدھر سعادت حسن منٹو، ساغر صدیقی، احمد راہی اور قتیل شفائی کی بیٹھک جمی ہوئی ہے۔ ایک جانب احمد ندیم قاسمی، عارف عبدالمتین، مولانا صلاح الدین احمد، صوفی غلام مصطفیٰ تبسّم، ڈاکٹر تاثیر جیسے سنجیدہ اور بُردبار مشاہیر دھیمے لہجے میں بحث مباحثہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف اسرار زیدی اور ناصر کاظمی جیسے لوگ محفل کو زعفران زار بنائے ہوئے ہیں۔ یہ 1975 کا پاک ٹی ہاؤس تھا جو گزشتہ 35، 40 برسوں سے لاہور میں ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کا مرکز تھا اور جسے قیامِ پاکستان سے بھی کئی برس پہلے لاہور کی ایک ادب نواز تجارتی شخصیّت نے قائم کیا تھا۔ یہ ہوٹل خوب چلتا، مگر خواجہ صاحب کے لیے آمدنی کا ذریعہ نہ تھا کیونکہ دو پیالی چائے کا ہاف سیٹ منگا کر چار یا پانچ شاعر یا ادیب اس میں حصّہ دار بنتے اور پھر خالی پیالیاں سامنے رکھ کر گھنٹوں بحث و مباحثہ میں گزار دیتے۔ نگینہ بیکری اور عرب ہوٹل تو 60ء کی دہائی کے آخر میں اپنی دکان بڑھا گئے۔ کچھ ادیب و شعراء آسودہ حال ہوئے تو وہ قدیم علاقوں سے نکل کر گلبرگ، سمن آباد اور ماڈل ٹاؤن میں جا بسے۔ اُن کی محفلیں دیوان خانوں میں جمنے لگیں اور پاک ٹی ہاؤس اجڑتا چلا گیا مگر خواجہ صاحب نے اسے ویران ہونے سے بچائے رکھا۔ جب اِس کے اطراف موٹر مکینکوں کے کچھ گیراج اور ٹائر ٹیوب بیچنے والوں کی دکانیں قائم ہونا شروع ہوئیں تو لوگوں نے خواجہ صاحب کو بھی مشورہ دیا کہ وہ بھی ٹائر ٹیوب کی دکان کھول لیں۔ کچھ نے اُن کو دکان کا پچاس لاکھ روپیہ بھی دینا چاہا لیکن وہ اس کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اکیسویں صدی کے دوسرے سال میں خواجہ صاحب انتقال کر گئے تو اُن کے بیٹے نے دوچار برس تو والد گرامی کی اس یادگار کو قائم رکھا لیکن پھر ایک روز ہوٹل کے بند دروازے پر جلی الفاظ میں لکھا تھا ''ٹی ہاؤس برائے مرمت بند ہے۔'' اور اُس کے کچھ عرصہ بعد لوگ آئے تو ٹی ہاؤس کی جگہ وہاں ٹائر ٹیوب کی ایک بڑی دکان کو پایا۔ اُس وقت دکان تو بند تھی مگر اس سے متّصل فٹ پاتھ پر پڑے ہوئے چند پرانے ٹائر اور ٹیوب اس کی اصلیّت کا اظہار کر رہے تھے۔

© UCLES 2010

اقتباس B

اس مضمون میں مصنف نے کھانے کے بارے میں لکھا ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ 1960ء تک وہ صورتِ حال نہ تھی جو اس وقت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں اس زمانے میں نوجوان تھا اور جس جگہ میں رہتا تھا ، وہاں ایک کھوکھا نما دکان سڑک کے کنارے تھی ، جس میں کتابیں اور رسائل رکھے ہوئے تھے جنہیں آنے دو آنے روزانہ پر پڑھنے کے لیے دیا جاتا تھا۔ یہ کھوکھا نما لائبریری شام کو کھلتی اور میں وہاں سے اکثر کتابیں پڑھنے کے لیے کرائے پر لیتا تھا۔ لائبریری والے کا کاروبار خاصا اچھا چلتا تھا۔ محلّے کی بہت سی عورتیں ، اے آر خاتون ، رضیہ بٹ وغیرہ کی کتابوں کے ساتھ ساتھ عصمت چغتائی ، کرشن چندر اور اسی طرح کی ادبی شخصیات کی کتابیں منگوا کر پڑھتی تھیں۔ گویا پڑھنے کا رجحان موجود تھا اور رہی ابنِ صفی کی بات تو اس وقت ان کا سکّہ چلتا تھا۔

1960ء کے بعد بھی اگر کتابوں کے پڑھنے کے رجحان میں کچھ کمی آ گئی تھی تو ڈائجسٹوں نے یہ خسارہ پورا کر دیا تھا۔ اسی زمانے میں عالمی ڈائجسٹ ، اردو ڈائجسٹ اور سیّارہ ڈائجسٹ نے عوام میں جگہ بنائی تھی اور پھر دوسرے بہت سے ڈائجسٹوں کا اجرا ہوا تھا۔ سب رنگ ان میں سب سے آگے تھا ، جس کی اشاعت نے اردو ڈائجسٹ کی نوّے ہزار کی اشاعت کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ظاہر ہے یہ سارے رسائل خریدے اور پڑھے جا رہے تھے۔

کتابیں پڑھنے کے رجحان میں کمی 1980ء کے بعد ہوئی جب ٹی وی اور وی سی آر وغیرہ نے عام قاری کو اِدھر راغب کر دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کتابوں کی بھاری قیمتیں اس رجحان کا سبب ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ الیکٹرونک میڈیا اس کا ذمہ دار ہے۔ دُنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں دیکھیے وہاں کتاب کلچر موجود ہے۔ اِس جگہ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ادب پر بُرا وقت پڑنے کے باوجود ، اب بھی یہ مکمل طور سے نہ غائب ہوا ہے ، نہ ہوگا۔ آج کے اس بدترین دور میں بھی جب اخبارات تک ادب کے صفحات بند کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور الیکٹرونک میڈیا ادب کے پروگرام دکھانے میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتا۔ ادب زندہ ہے ، کسی اور روپ میں سہی۔ ڈراموں کی شکل میں سہی ، وہ موجود ہے۔ اور یہ بھی جان لیں کہ ہر زمانے میں ادب کبھی بہت بڑی تعداد کو اپنے ارد گرد جمع کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے مگر ایک چھوٹی اقلیت ہر دور میں اس کے پاس موجود رہی ہے۔ سو اِس کی عوامی عدم پذیرائی اتنی خوفناک نہیں کہی جا سکتی۔ آج بھی درجنوں کی تعداد میں ادبی پرچے نکل رہے ہیں حالانکہ بڑی بڑی کمپنیاں انہیں کبھی بھی اشتہار وغیرہ نہیں دیتیں پھر بھی ۔۔۔۔ حالانکہ یہ ان پر فرض بنتا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کے پیشِ نظر ہمیں ادب کی سمت سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس کا دائرہ وسیع ہو جائے تو ہماری سوچ بدل سکتی ہے۔

1 ۔ ''ادب اور مطالعے کے شوق پر بدلتے ہوئے زمانے کے اثرات'' ۔ دونوں عبارتوں کی روشنی میں اس بیان پر اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔

☆ جہاں تک ممکن ہو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

☆ آپ کا جواب تقریباً ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

اس سوال کے دیئے گئے مارکس ۱۵ ہیں۔

اس کے علاوہ زبان کے معیار کے لیے اور ۱۰ مارکس دیئے جاسکتے ہیں۔

[Total 15 + 10 for Quality of Language = 25]

2 ۔ اپنے کالج کے رسالے کے لیے کتابیں پڑھنے کی اہمیت پر ایک مضمون لکھیے۔

☆ آپ کا جواب تقریباً ۲۵۰ الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

اس سوال کے دیئے گئے مارکس ۱۵ ہیں۔

اس کے علاوہ زبان کے معیار کے لیے اور ۱۰ مارکس دیئے جاسکتے ہیں۔

[Total 15 + 10 for Quality of Language = 25]

Copyright Acknowledgements:

Text A © Mohd Zareef Khan; Raabta Magazine; October 2007.
Text B © Ahmed Sagheer Saddiqui; Raabta Magazine; October 2007.

Permission to reproduce items where third-party owned material protected by copyright is included has been sought and cleared where possible. Every reasonable effort has been made by the publisher (UCLES) to trace copyright holders, but if any items requiring clearance have unwittingly been included, the publisher will be pleased to make amends at the earliest possible opportunity.

University of Cambridge International Examinations is part of the Cambridge Assessment Group. Cambridge Assessment is the brand name of University of Cambridge Local Examinations Syndicate (UCLES), which is itself a department of the University of Cambridge.